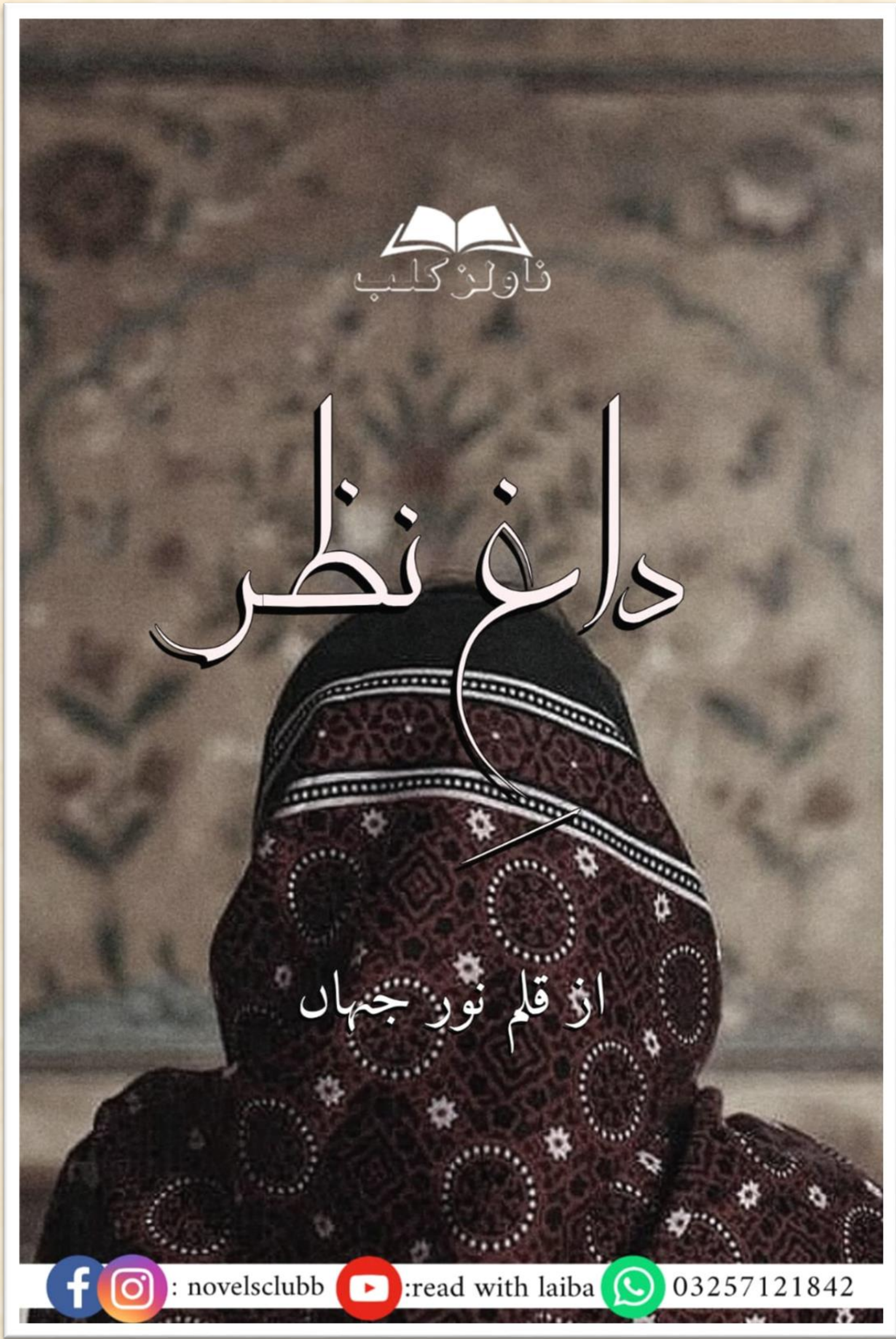
ناولز کلب
داغ نظر
از قلم نورِ جہاں
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

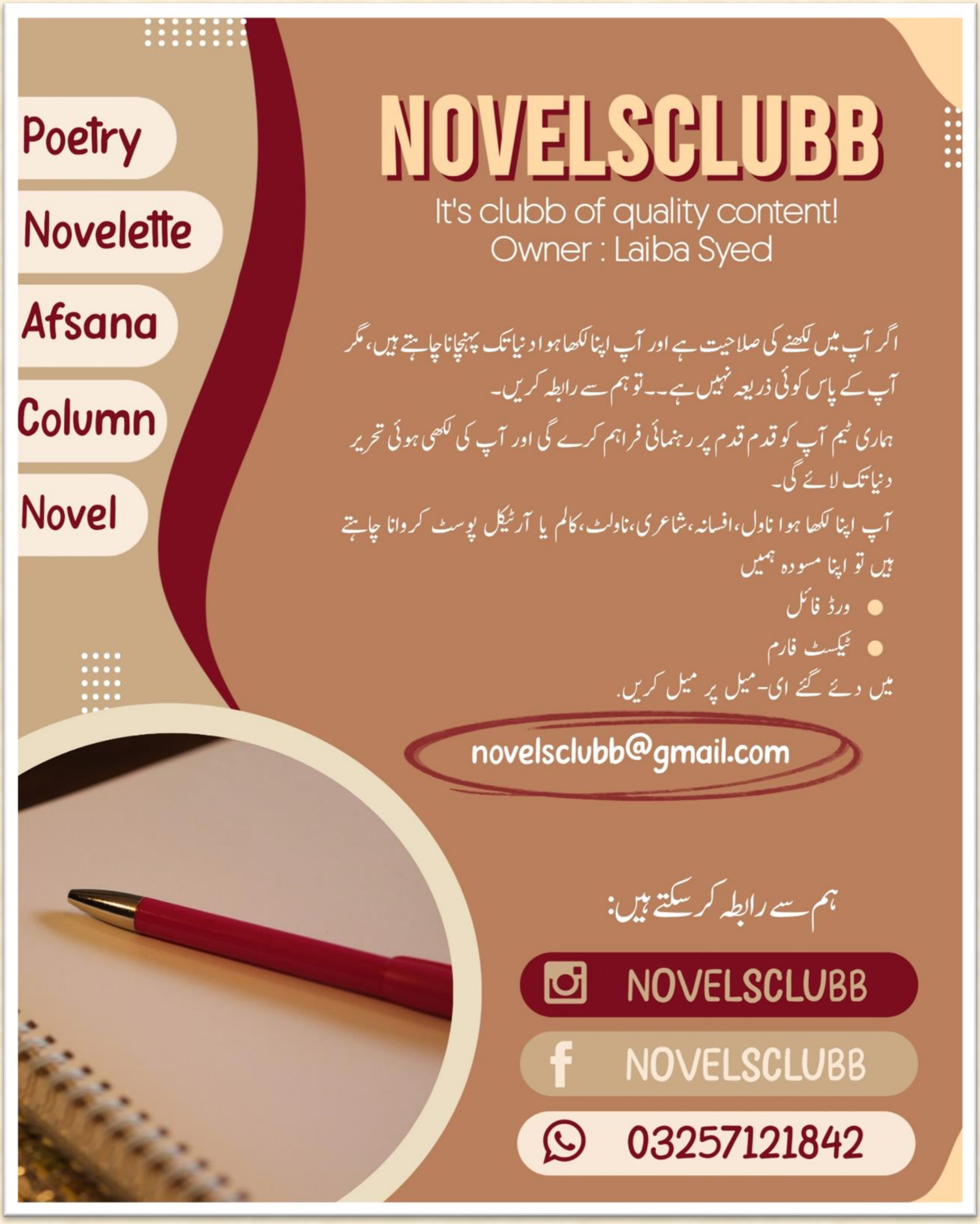
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

داغ و نظر

از قلم

نورِ جہاں

Clubb of Quality Content!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انتساب

اُن زخموں کے نام،

جو دل کو کاٹ دیتے ہیں۔

اُن لوگوں کے نام،

جو مرہم رکھتے ہیں۔

اُن اپنوں کے نام،

جو صرف نام کے ہی اپنے ہیں۔

اور اُن تلخیوں کے نام،

جو شاید زندگی بھر ساتھ رہتی ہیں

یاد بن کر۔

Clubb of Quality Content!

قسط نمبر ایک

طلوعِ دو جہاں

کراچی کی تاریک رات دھیرے دھیرے سحر کی آغوش میں سمٹ رہی تھی۔ فضا میں ہلکی سی خنکی گھل چکی تھی، جیسے رات کی طویل تھکن اب دم لینے کو رُک گئی ہو۔ گلیوں میں گہری خاموشی پھیلی ہوئی تھی، مگر اس سکوت کو پرندوں کی نرم چہچہاہٹ آہستہ آہستہ چیرنے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے قدرت نے اذان سے پہلے اپنے قاصدوں کو جگا کر فضا میں صبح کی آمد کی خوشبو بکھیر دی ہو۔

اچانک، شہر کی مختلف مساجد سے اذانِ فجر کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ کوئی لہجہ دھیمے سروں میں تھا، کوئی گونجدار اور بلند، کوئی نرم لَے میں لپٹا ہوا، تو کوئی جوش و ولولے سے لبریز۔ ان سب آوازوں میں ایک عجیب سی روحانیت تھی، جو دل کی گہرائی تک اُترتی جا رہی تھی۔

گھروں میں ہلچل پیدا ہونے لگی۔ کوئی وضو کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا، کوئی چپکے سے جائے نماز بچھانے لگا۔ لیکن یہ منظر ہر گھر میں ایک جیسا نہ تھا۔

کہیں کوئی کروٹ بدل کر دوبارہ کمبل میں سمٹ گیا، جیسے اذان کی آواز اس کے کانوں تک پہنچی ہی نہ ہو۔ کہیں کوئی آنکھیں کھول کر ساکت لیٹا رہا ضمیر جاگ چکا تھا مگر نفس ابھی قید میں تھا۔

یہ وہ گھڑی تھی جب ہر ذی روح کا اصل چہرہ آشکار ہو جاتا ہے—کوئی عبادت کی طرف لپکتا ہے، اور کوئی نیند کی زنجیروں میں قید رہنا پسند کرتا ہے۔

اگر نگاہ ذرا گہرائی میں اترے تو ایک ایسا گھر نظر آتا تھا جو نہ تو کسی شاندار حویلی کی طرح وسیع و عریض تھا، نہ ہی تنگی میں گھٹا گھٹا سا۔ مگر اپنی بناوٹ، سلیقے اور خوش ذوقی میں مکمل

ناول کلب
Clubb of Quality Content

تھا۔ سفید دیواروں والا کشادہ صحن، جس کا ایک حصہ ہری بھری گھاس سے ڈھکا تھا جیسے زمین پر سبز مخملی قالین بچھا ہو۔ چار سفید کرسیاں اور ایک نفیس میز اس سبزے کے بیچ ایسے رکھے تھے جیسے کسی حسین صبح یا شام کی محفل کے منتظر ہوں۔ پھولوں سے بھرے چھوٹے چھوٹے گملے زندگی کی مہک بکھیر رہے تھے۔

دوسرا حصہ نفیس ٹائلز سے مزین، چمکتا ہوا اور صاف ستھرا، صحن کے سکون کو دو حصوں میں بانٹتا تھا۔

صحن کے ایک کونے میں سفید رنگ کی مضبوط سیڑھیاں اوپر چھت کی طرف جا رہی تھیں، جن کے کناروں پر ہلکی سی پینٹ کی خوشبو اب بھی محسوس کی جا سکتی تھی۔ گھاس سے ذرا آگے بڑھتے ہی صحن کا دوسرا سرا آتا تھا، جہاں ایک اونچا سا لکڑی کا دروازہ گھر کے مرکزی داخلی راستے کی علامت بنا کھڑا تھا ایسا دروازہ جو جیسے ہر آنے والے کو خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دروازہ کھولتے ہی بائیں طرف ایک آرام دہ ڈرائنگ روم آتا، جس میں دو چار نشستوں والا صوفہ سیٹ سلیقے سے رکھا تھا۔ دیوار کے ایک حصے میں لمبی سی کھڑکی تھی، جس کے پردے ایک طرف سرکائے گئے تھے تاکہ باہر کا سبز باغ کھڑکی میں تصویر بن کر دکھائی دے۔

ڈرائنگ روم کے دائیں طرف کھلا سا ڈائننگ ایریا تھا، جس کے ساتھ ہی ایک جدید طرز کا چمکتا ہوا کچن بنا تھا۔ کچن کی خوشبو اور کھڑکی سے آتی ہوا مل کر ماحول میں ایک عجیب سی گھریلو گرمی پیدا کرتی تھی۔

گھر کی نچلی منزل پر چار کمرے تھے، ہر ایک اپنی ترتیب اور سکون میں مکمل، جن کے دروازے صحن اور گزرگاہ کی طرف کھلتے تھے۔

ایک کونے میں سیڑھیاں اوپر کی منزل کی طرف جا رہی تھیں، جہاں چند کمروں کے دروازے قطار میں کھڑے تھے۔

ان میں سے ایک کمرہ باقی سب سے ذرا الگ تھا۔ اندر جھانکیں تو ایک نرم روشنی میں نہایا ہوا منظر سامنے آتا۔ دیواروں پر بیج اور سفید رنگ کا نفیس وال پیپر، پورے کمرے میں بیج

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اور سفید رنگ کا ہم آہنگ امتزاج۔ کمرے کے وسط میں ایک کشادہ بیڈ، جیسے چھوٹا سا جہاز ہو، جس پر ہلکے سفید پردے دونوں جانب سے گرے ہوئے تھے۔ بیڈ کے دونوں طرف سفید رنگ کی سائیڈ ٹیبلز رکھی تھیں، ایک پر بلیک اسٹینلی رکھا تھا اور ساتھ ہی فون چارج ہو رہا تھا۔ ایک جانب ایک بڑی الماری خاموشی سے کھڑی تھی، اور دوسری جانب سلائیڈ نگ ڈور بالکونی کی طرف کھلتا تھا۔ پردہ آدھا کھلا ہوا تھا، جس سے باہر آسمان کی ہلکی نیلاہٹ جھانک رہی تھی اور پرندوں کی آوازوں کے ساتھ قریب کی مسجد سے سلام کی صدا گونج رہی تھی۔

اسی کمرے میں، قالین پر بچھے جائے نماز پر، ایک لڑکی سجدے میں جھکی ہوئی تھی۔ اس کا سراپا عاجزی اور سکون کا پیکر بن چکا تھا۔ پیشانی فرش سے جُڑی ہوئی تھی، جیسے زمین کے ذریعے وہ اپنے ربّ سے اور قریب ہو گئی ہو۔ ہر

سانس میں ایک دُکھ چھپا تھا، ہر دُکھ میں ایک خاموش دعا۔

نالز کلب
Clubb of Quality Content

نماز مکمل کر کے اس نے آہستہ سے ہاتھ اُٹھائے وہی کانپتے ہوئے ہاتھ جن میں تھکن بھی تھی اور یقین بھی۔ کوئی لفظ زبان سے نہ نکل رہا تھا، بس آنکھوں اور دل کی زبان تھی جو سب کہہ رہی تھی۔

یہ دعا تھی... ایک بیٹی کی، ایک بہن کی، ایک ٹوٹے ہوئے دل کی... یا شاید ایک ایسے دل کی جو اب بھی اُمید کے دھاگے سے بندھا ہوا تھا۔

دعا کے بعد وہ خاموشی سے کھڑی ہوئی اور سلائیڈنگ ڈور کے قریب جا پہنچی۔ دروازہ نہیں کھولا، بس باہر کے منظر کو دیکھنے لگی۔ صبح کے وقت مسجد کا سلام سننا اسے ہمیشہ سے اچھا لگتا تھا۔

ہلکی روشنی میں اس کی رنگت دودھیا اور ہلکی سی زردی مائل تھی، جیسے چاندنی میں نہائی ہوئی کسی نازک کلی کا رنگ۔ اس کی ہلکی بھوری آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی اور ہلکی سی سُرخ تھیں، رونے کی وجہ سے ناک بھی لال ہو چکی تھی۔

نادر کلب
Clubb of Quality Content

اس نے آہستگی سے پلکیں جھپکائیں تو لمبی مڑی ہوئی پلکیں اس کے ہلکے بھرے نرم گالوں سے چھو گئیں۔ اس کی ٹھوڑی پر ایک ننھا سا گڑھا تھا، جو اس کے چہرے کو ایک خاموش مگر منفرد دلکشی دیتا تھا ایک ایسا حسن جو ہر کوئی نہ پہچان پاتا، مگر جو دیکھ لیتا، نظر ہٹا نہ پاتا۔

کمرے میں بس وہ تھی، اس کی دعا تھی، اور اس کا رب... اور ان تینوں کے درمیان ایک گہری خاموشی تھی جو سب کچھ دیکھ بھی رہی تھی اور سن بھی۔

کمرے میں بس وہ تھی، اس کی دعا تھی، اور اس کا رب... اور ان تینوں کے درمیان ایک گہری خاموشی تھی جو سب کچھ دیکھ بھی رہی تھی اور سن بھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ ایک ہلکی سی گہری سانس لے کر اٹھی۔ سر سے دوپٹہ اُتار کر بیڈ پر رکھ دیا۔ بالوں کی نرمی میں نمی کی ہلکی ہلکی جھلک تھی، جیسے وہ ابھی ابھی غسل کر کے نکلی ہو۔ وہ اسی لباس میں تھی جو کمرے کی رنگت سے میل کھاتا تھا سفید نرم کپڑے کی کرتی اور سیدھی ٹانگوں والی شلوار، جیسے سادگی ہی اس کی زیبائش ہو۔

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی جہاں ایک چھوٹا سا ڈبہ رکھا تھا جس میں دوپٹے کی پنیں، نازک سی بالیاں، چند چھوٹی موٹی چوڑیاں اور ہلکے رنگ کے جیولری پیس رکھے تھے۔ ایک طرف خوشبو کی بوتلیں اور چند لوشنز سلیقے سے ترتیب میں رکھے تھے۔

اس نے برش اُٹھایا اور اپنے لمبے، ہلکے بھورے، ہلکی لہر اور خم لیے بال آہستہ آہستہ سنوارنے لگی۔ وہ ریشمی لٹیں اس کی کمر سے نیچے ریڑھ کی ہڈی کو چھوتی ہوئی بہہ رہی تھیں

الماری کا دروازہ کھلتے ہی ہلکی سی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔ ایک طرف مختلف رنگوں اور انداز کے عبایا ہینگرز پر سلیقے سے لٹک رہے تھے، جیسے ہر ایک اپنی باری کے انتظار میں ہو۔ دوسری جانب عام روزمرہ کے کپڑے ترتیب سے رکھے تھے، اور نیچے نچلے حصے میں جوتوں کا خوبصورت سیکشن بنا ہوا تھا، جہاں ہیلس، سینڈلز اور اسنیکرز اپنی اپنی جگہ پر رکھے تھے۔

نور نے ایک لمحہ توقف کے بعد سفید عبایا نکالا۔ یہ عبایا ڈھیلا، ریشمی جھلک لیے، فرش تک لٹکتا ہوا، اور انتہائی وقار

بخش سادگی کا شاہکار تھا۔ اس پر کسی قسم کی کڑھائی یا شوخ ڈیزائن نہ تھا بس ایک شفاف، نفیس سادگی جو اس کے مزاج سے ہم آہنگ تھی۔ اس کے ساتھ اس نے سفید نقاب بھی نکال لیا۔ نقاب کی باریک تہیں روشنی میں ہلکا سا دمک رہی تھیں، جیسے صبح کی پہلی کرن کو اپنے اندر سمو لیا ہو۔

اس نے عبایا اوڑھا، نقاب کے گرہدار پٹ کو چہرے پر باندھا، اور آہستگی سے اپنی سفید اسنیکرز پہنی—یہ امتزاج اسے ایک ایسے روپ میں ڈھال رہا تھا جو نہ صرف باحیا تھا بلکہ چلتے پھرتے بھی بے حد آرام دہ۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اس نے ایک بار خود کو دیکھا، اور بے شعوری میں اپنی نقاب کی پٹیاں درست کر لیں۔

پھر اس نے بیڈ کے قریب رکھی ٹوٹ بیگ اٹھائی۔ بیگ میں دو رنگ برنگی اسپرلز، ایک چھوٹا پاؤچ اور کچھ ضروری چیزیں رکھیں۔ کندھے پر بیگ لٹکاتے ہوئے اس نے کمرے پر ایک آخری نظر ڈالی اور پھر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

Clubb of Quality Content

نیچے ناشتے کی میز پر زندگی کا شور تھا۔ اس گھر میں سب لوگ صبح سویرے جاگنے کے عادی تھے۔ گھڑی کی سوئیاں سات کے قریب پہنچ چکی تھیں۔

صبح کے دستر خوان پر چائے کی بھاپ اور تندور سے نکلتی گرم روٹیوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پر زافر صدیقی اپنے بڑے بیٹے اسد صدیقی کے ساتھ بیٹھے تھے، سامنے کچن میں زلیخا بیگم مصروف تھیں۔ ان کے ساتھ ہی دوسرے کُرسیاں سنبھالے بڑے کزن، ڈاکٹر عثمان صدیقی، خاموشی سے چائے کی چسکیاں لے رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ وہی عثمان تھا جو عدیل صدیقی کا بڑا بیٹا تھا عدیل، جو زافر کا چھوٹا بھائی اور پیشے کے اعتبار سے وکیل تھا۔

صدیقی خاندان کی جڑیں ایک ہی پرانے بزرگ، مرحوم صدیقی صاحب تک جاتی تھیں وہ باوقار شخص جس نے زندگی میں دو بیٹے اور ایک بیٹی کی پرورش کی۔ بڑے بیٹے زافر صدیقی اور چھوٹے بیٹے عدیل صدیقی، دونوں کی شادی اپنے والد کی بہن کی بیٹیوں سے ہوئی تھی۔

گویا رشتہ داری کا یہ جال خالصتاً اپنے ہی خاندان میں بُنا گیا تھا۔

زافر صدیقی اور زلیخا بیگم کے تین بچے تھے: سب سے بڑے اسد صدیقی، جو اپنے والد کے ساتھ مل کر دکانوں کے کرایے اور گھر کے تمام مالی حسابات سنبھالتے تھے؛ بیچ کی بیٹی، ڈاکٹر آمنہ صدیقی، جو اپنے کلینک میں مصروف رہتی تھیں؛ اور سب سے چھوٹی، نور صدیقی، جو ماسٹرز اِن انگلش کے آخری سمسٹر میں تھی۔

ادھر عدیل صدیقی اور ان کی اہلیہ رخشندہ جو سب میں رخشّی کے نام سے جانی جاتی تھیں ان کے دو بیٹے تھے: بڑے ڈاکٹر عثمان صدیقی، جو ہاؤس جاب میں مصروف تھے، اور چھوٹے وقاص صدیقی، جنہوں نے بی بی اے مکمل کیا تھا اور اب نوکری کی تلاش میں تھے۔

مرحوم صدیقی صاحب کی بیٹی سلمیٰ صدیقی کی شادی رحمان صدیقی سے ہوئی تھی جو خود صدیقی صاحب کے سگے چھوٹے بھائی کا بیٹا تھا۔ سلمیٰ اور رحمان کے ہاں دو بیٹیاں، عائشہ اور علیشا، پیدا ہوئیں جو تعلیم مکمل کر چکی تھیں، اور ایک بیٹا زہیب، جو ابھی میٹرک کا طالب علم تھا۔

زافر صدیقی، گھر اور کاروبار کے اصل منتظم، دکانوں کے کرایوں کا حساب کتاب اپنے رجسٹر میں درج کرتے، گھریلو اخراجات اور مارکیٹ کی ادائیگیاں دیکھتے اور سب کچھ متوازن

رکھتے۔ پانچ دکانوں کا کرایہ اتنا وافر تھا کہ گھر کا نظام آرام سے چلتا۔ عدیل صدیقی اگرچہ وکالت میں مصروف رہتے اور اس کام میں خاص دلچسپی نہیں رکھتے تھے، لیکن زافر ہر مہینے باقاعدگی سے ان کا حصہ بھی دے دیتے۔

سلمیٰ چونکہ ایک خوشحال گھرانے میں بیاہی گئی تھیں، اس لیے نہ انہیں اس آمدنی میں حصہ درکار تھا اور نہ انہوں نے کبھی اس کی خواہش کی۔

یوں صدیقی خاندان بظاہر ایک ہی چھت تلے، مگر اندرونی طور پر الگ الگ مزاج اور رجحانات کے ساتھ اپنی اپنی راہوں پر گامزن تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس صبح، جیسے ہی نور کی نقاب پوش موجودگی ڈائننگ ایریا میں داخل ہوئی، سب کی نظریں لمحہ بھر کے لیے اس پر رُک گئیں شاید اس لیے کہ سفید عبایا اور نقاب میں وہ ایک ایسی شفاف، خاموش صبح کی طرح لگ رہی تھی جو ابھی تک کسی شور سے آلودہ نہیں ہوئی۔

سب نے ایک پل کو نظریں اٹھا کر نور کو دیکھا، مگر فوراً ہی دوبارہ اپنے ناشتہ اور گفتگو میں مشغول ہو گئے، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ مگر نور جانتی تھی کہ اس کے نقاب کے وجود سے اس

گھر کے بیشتر لوگ ایک ان کہی چبھن محسوس کرتے ہیں۔ یہ بات وہ چپ چاپ سہہ لیتی تھی، کیونکہ بحث سے زیادہ اسے سکوت عزیز تھا۔

"نور !ناشتہ کرنا ہے ؟"

یہ اس کی ماں زلیخا زافر صدیقی کی آواز تھی، جو چالیس کے عشرے میں داخل ہو چکی تھیں مگر آج بھی اپنی عمر سے کم لگتی تھیں۔ وہ کچن میں کھڑی تیزی سے پلیٹوں میں ناشتہ سجا رہی تھیں۔

وہ آہستہ قدموں سے کچن میں گئی،اور بغیر کچھ کھائے صرف چائے کا کپ اٹھالیا۔ کپ کی بھاپ اس کے نقاب کے اندر ہلکی سی نمی پیدا کر رہی تھی، مگر اس نے پرواہ نہیں کی۔ کچن کے کاؤنٹر کے ساتھ کھڑے کھڑے ہی اس نے چند گھونٹ میں چائے ختم کی، کپ دھو کر رکھا اور باہر نکل آئی۔

"میں یونیورسٹی نکل رہی ہوں، اللہ حافظ۔"

اس نے سیدھا اور مختصر سا جملہ کہا۔

پیچھے سے زافر صدیقی کی گہری اور رعب دار آواز ابھری،

"رکو نور، یہ پیسے لے جاؤ۔"

نور نے ایک پل کو رکے بغیر پلٹ کر کہا،

"نہیں ابا، میرے پاس پیسے ہیں۔"

اس کے لہجے میں نہ ضد تھی نہ تلخی، بس ایک مضبوطی تھی جو اس کی عادت کا حصہ بن چکی تھی۔

وہ صحن سے گزرتی ہوئی باغیچے میں آ گئی۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا میں سبز پودوں کی خوشبو گھلی ہوئی تھی۔ اس نے موبائل نکالا اور جلدی سے اپنے لیے ایک کیب بک کر دی۔ اسکرین پر ڈرائیور کی لوکیشن چل رہی تھی، اور وہ ہلکی سی بے چینی کے ساتھ دروازے کے قریب کھڑی ہو گئی۔

چھت کے کونے سے نیچے اترتے وقاص صدیقی کی نظر جیسے ہی نور پر پڑی، اس کے قدم سیدھے اسی سمت بڑھنے لگے۔

نور نے اس اچانک پڑتی نگاہ کو محسوس کیا تو دل ہی دل میں ایک بیزاری سی لپٹ گئی۔ یہ نظریں... جیسے بنا اجازت اس کی ذات میں اتر کر سب کچھ چھونے لگتی تھیں۔ وہ انہیں کبھی قبول نہ کرپائی تھی۔ ان میں کچھ ایسا تھا جو اسے گھبراہٹ اور کراہت، دونوں کا احساس دلاتا تھا۔

وقاص اب تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا، قدم سیدھے نور کی طرف۔

"اوہو... پردہ بی بی، صبح صبح کہاں نکل پڑی ہیں؟" اس کے لہجے میں طنز کی ہلکی سی چبھن تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نور نے رخ موڑ کر ویسا ہی لہجہ اپنایا، "وقاص بھائی... میں آپ کی طرح تو نہیں ہوں نہ کہ ڈگری پر محنت نہ کروں اور پھر گریجویشن کے بعد جاب بھی نہ مل سکے۔ اسی لیے تو میں روز یونیورسٹی جاتی ہوں تاکہ کچھ سیکھ لوں، اور گریجویشن کے بعد مجھے جاب ملنا آسان ہو جائے۔"

اس نے پلک جھپکائے بغیر مزید کہا، "کیا ہے نا... اب ہر کوئی مفت کی روٹیاں توڑنے لگے تو ہم تو بہت جلد بینکرپٹ ہو جائیں گے۔"

لفظ بھائی پر اس نے خاص زور دیا۔

وقاص کے چہرے پر لمحہ بھر کو ہلکی سی خفگی ابھری، مگر نور نے بات ختم کر دی۔

"میری کیب آ گئی... میں چلتی ہوں۔ ان شاء اللہ آپ کو بھی اللہ جلد جاب دے، ورنہ تایا جان تو بہت پریشان رہتے ہیں۔"

مختصر سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ گیٹ کی طرف بڑھی۔

"خدا حافظ!"

وہ تیز قدموں سے گیٹ پار کر کے باہر کھڑی کیب میں جا بیٹھی۔ کیب کے دروازے کے بند ہوتے ہی اس نے ایک گہرا سانس لیا، جیسے ایک لمحے کے لیے وہ گھر کی فضا سے نکل کر آزاد ہوا میں آ گئی ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کیب اب یونیورسٹی کے راستے پر گامزن تھی۔ نور نے شیشہ نیچے کیا تو باہر کا منظر ایک دم سے اس پر یلغار کرنے لگا۔

کراچی کی صبح... جو کسی اور شہر کی دوپہر سے کم شوریدہ نہ تھی۔ گاڑیوں کے ہارن، رکشوں کی گڑگڑاہٹ، بسوں کے انجن کی کرخت آوازیں اور تیز چلتی موٹر سائیکلوں کی بے ہنگم گھن... سب ایک دوسرے میں گتھم گتھا تھے۔

سڑک کے کناروں پر جلدی میں لپکتے لوگ، سبزی فروش کی پکار، اسکول جاتی بچوں کی معصوم چیخ پکار، اور دھوپ کے ہلکے سنہری رنگ میں لپٹی ہر شے... جیسے شہر نے ایک نئے دن کے لیے اپنی شوریدہ دھڑکنیں بیدار کر دی ہوں۔

نور نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کر لیں۔ یہ شور،

یہ بھاگ دوڑ، یہ ہجوم... سب اس کے لیے مانوس بھی تھے اور بوجھل بھی۔ یونیورسٹی پہنچتے ہی نور نے نظریں دوڑائیں،

زینب کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چند لمحوں بعد وہ لان کے کونے میں دکھائی دی تو نور تیزی سے اُس کی طرف بڑھ گئی۔

نور نے قریب جا کر مسکراتے ہوئے کہا،

"السلام علیکم! کیسی ہو زینب؟"

زینب نے خوش ہو کر جواب دیا،

"وعلیکم السلام! بالکل ٹھیک، تم سناؤ؟ آج تو بہت خوش لگ رہی ہو!"

"ہاں نا... تمہیں پتا کیا؟"

نور نے اچانک رازدارانہ انداز اپنایا، آنکھوں میں چمک اور لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ۔ لہجہ ایسا جیسے کوئی بہت ہی ضروری اور خفیہ بات سنانے والی ہو۔

زینب فوراً متجسس ہو گئی، "کیا؟!!!"

نور نے شرارت بھری نظروں سے ارد گرد دیکھا اور آہستگی سے بولی،"جب میں آ رہی تھی نا... چڑیا گھر والوں کی وین گزر رہی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے زو سے ایک بندریا غائب ہو گئی ہے۔"

زینب نے فوراً حیرت سے پوچھا،"پھر؟"

نور ہونٹوں پر مسکراہٹ دبائے بولی،"پھر میں نے انہیں غلط راستہ بتا دیا... پوچھو کیوں؟"

زینب کی تجسس بھری آواز آئی،"کیوں؟"

نور نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا،"اب اگر صحیح راستہ بتا دیتی تو وہ تمہیں ہی پکڑ کر لے جاتے نا!"

یہ کہتے ہی وہ خود دل کھول کر ہنس پڑی۔ اس کی بے ساختہ ہنسی کی کھنک ہوا میں پھیل گئی۔

زینب نے مصنوعی خفگی سے ابرو چڑھائے اور چہرہ دوسری طرف موڑ لیا، جیسے واقعی برا مان گئی ہو۔

نور نے فوراً مسکراتے ہوئے اس کا بازو پکڑا اور ہلکا سا سائیڈ ہگ دیا، "اچھا نا... چلو میری بندریا، ورنہ سر خورشید دونوں کو ہی زو بھیج دیں گے!"

اس بار زینب بھی ہنس پڑی، اور دونوں ہنستے ہنستے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئیں۔ کوریڈور میں دھوپ کی نرم کرنیں کھڑکیوں سے اندر گر رہی تھیں، اور طلبہ کا شوروغل ماحول میں زندگی بھر رہا تھا۔

زینب بھی ادب کی طالبہ تھی، اور اکثر دونوں کا وقت کلاس روم کے بجائے ادبی مباحث اور شاعری کی بحثوں میں گزر جاتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کینٹین کی میز پر زینب کے ہاتھ میں سینڈوچ تھا اور سامنے نور کی پسندیدہ گرم چائے کا بھاپ اڑاتا کپ۔

زینب نے چائے کی ایک چسکی لیتے ہوئے شرارت کی،

"ایک دن آئے گا، تم خود چائے کا کپ بن جاؤ گی، نور۔"

نور نے ہلکا سا قہقہہ لگایا، آنکھیں گھمائیں اور کچھ کہے بغیر کھڑی ہو گئی۔ وہ زینب کے ساتھ باتوں میں مگن کینٹین سے باہر نکل رہی تھی۔ اس کی نظریں آگے دیکھنے کے بجائے زینب پر جمی تھیں، جو سینڈوچ کو ایسے ختم کر رہی تھی جیسے صدیوں سے بھوکی ہو۔

بس اسی لمحے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ایک ٹکراؤ ہوا۔

چائے کا گرم کپ ذرا سا چھلکا، ہلکی سی تپش نے نور کو چونکا دیا۔ اس کی سفید عبایا پر بھورے دھبے ابھر آئے تھے... اور سامنے کھڑے شخص کی سفید ڈریس شرٹ پر بھی۔

نور کی آنکھیں بے اختیار پھیل گئیں۔ یہ تو میرا پسندیدہ عبایا تھا... اور سفید بھی!

اس نے سامنے دیکھا سفید شرٹ، بیج رنگ کی پینٹ، اور پھر نظر اوپر اٹھی...

اُس کی آنکھوں میں سبز اور سنہری رنگ گھل مل کر ایک انوکھا جادو بُن رہے تھے وہ رنگ جو کبھی دھوپ میں چمکتی ہوئی خزاں کی پتیوں جیسے لگیں، اور کبھی ساون کے بعد ہری گھاس پر بکھری سنہری کرنوں جیسے۔ لمبی اور ہلکی مڑی ہوئی پلکیں اُن آنکھوں کے حسن کو اور گہرا کر رہی تھیں۔ دونوں رخساروں پر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُبھرنے والے ڈمپلز جیسے چہرے کو زندگی بخش رہے تھے، اور کندھوں سے لے کر قد تک ایک مضبوط، جم جانے والے جسم کا تاثر جیسے وہ کسی کھیل یا جسمانی محنت کا عادی ہو۔

نور جانتی تھی، غلطی اسی کی تھی۔ وہ زینب کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ لیکن... کیوں وہ فوراً معذرت کرے؟

پھر دل نے کہا، نہیں، یہ تمہاری غلطی تھی، اعتراف کرنا چاہیے۔

"I—"

وہ لب کھول ہی رہی تھی کہ سامنے والے نے خود پہلے کہا،

"آئی ایم سوری... میں آپ کے راستے میں آ گیا اور آپ کا عبایا بھی خراب ہو گیا۔"

نور نے پلکیں جھپکیں، یہ سن کر جیسے اس کے الفاظ گلے میں اٹک گئے۔

"But—"

وہ پھر کچھ کہنے لگی تھی مگر سبز و سنہری جادو ٹُنے والی آنکھوں والے نے ایک بار پھر نرمی سے کہا،

"واقعی، میری ہی کوتاہی تھی۔"

نور خاموش ہو گئی، جیسے اس نرمی میں اس کے الفاظ سننے کی گنجائش ہی باقی نہ رہی ہو۔

نور نے جلدی سے کہا،

"میں بھی... میرا بھی قصور تھا۔"

اُس کی آواز مضبوط تھی مگر ذرا ہچکچاہٹ بھری تھی۔ سامنے والے کی مسکراہٹ میں وہی سکون تھا جو گھنے پیڑوں کے بیچ سے چھن کر آنے والی دھوپ دے جاتی ہے۔ لمحہ بھر کو نور کو لگا... وقت تھم سا گیا ہے۔

Clubb of Quality Content

دل میں بے اختیار سوچ ابھری

"اَستغفرُاللّٰہ"

زینب کی نظر اس شخص پر پڑی تو وہ خوشگوار حیرت سے بول اٹھی،

"زاویار بھائی... آپ!"

نور نے چونک کر زینب کی طرف دیکھا، بھنویں ہلکا سا اُٹھا کر آنکھوں ہی آنکھوں میں سوال کیا، تم انہیں جانتی ہو؟

زینب نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا،

"ہاں، یہ اسٹوڈنٹ سوسائٹی کے ایونٹ آرگنائزر ہیں نا۔ اُسی دن میں نے تمہارا اور اپنا نام ڈسپلن اِنچارج میں لکھوا دیا تھا اِن کو۔"

نور کی آنکھیں فوراً پھیل گئیں، "مجھ سے پوچھے بغیر؟"

زینب بس شرارت سے ہنسی، جیسے یہ کوئی بڑی بات نہ ہو۔

سبز و سنہری آنکھوں والا شخص، جو ابھی تک خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا، ذرا سا مسکرا کر بولا،

"جی، مجھے یاد ہے۔ کچھ ایونٹس آ رہے ہیں، تو اپنا کانٹیکٹ نمبر دے دیں تاکہ آپ دونوں کو اسٹوڈنٹ سوسائٹی کے واٹس ایپ گروپ میں شامل کر دیا جائے۔"

اس کے لہجے میں نرمی اور انداز میں ایک عجیب سا وقار تھا، جو نور کو لمحہ بھر کو خاموش کر گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

نور نے زینب کو گھور کر دیکھا، جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں سوال کر رہی ہو یہ کیا حرکت تھی؟

"زینب ہاشمی،" زینب نے فوراً اپنا نام بتایا۔

"نور صدیقی،" نور نے جواب دیا۔

زویا رنے دونوں نمبر اپنے فون میں محفوظ کیے اور ان دونوں کو اسٹوڈنٹ فیکلٹی گروپ میں شامل کر دیا۔ یہ رسمی

بات ختم ہوتے ہی دونوں مڑ کر چل دیے۔

نور اپنے سفید عبایا پر لگے چائے کے داغ کو ٹشو سے سنبھال سنبھال کر خشک کر رہی تھی۔

"حد ہے! تم نے مجھ سے پوچھے بغیر میرا نام کیوں دے دیا؟" نور نے مصنوعی خفگی کے ساتھ کہا۔ "تمہیں پتہ ہے نا، مجھ سے یہ ایونٹس میں بھاگ دوڑ نہیں ہوتی... اور

زینب نے شرارت سے مسکرا کر کندھے اُچکائے، جیسے کہہ رہی ہو اب تو ہو گیا، اب بھگتو۔

"اور یہ ڈسپلن اِنچارج والے، قسم سے یار، اتنا رعب ڈالتے ہیں جیسے کسی ایوان کی سیکیورٹی سنبھال رہے ہوں!"

نور نے ناک سکوڑ کر کہا، چہرے پر خفگی اور مصنوعی سنجیدگی تھی۔

"عجیب! مجھے ویسے بھی کوئی شوق نہیں تھا... تمہاری وجہ سے ہی نمبر وغیرہ دیا ہے میں نے۔" وہ عبایا کے دامن سے داغ رگڑتے ہوئے بڑبڑائی۔

"ویسے ہمارا ڈسپلن اِنچارج ہے کون؟" نور نے ایک خالی سی نظر زینب پر ڈالتے ہوئے پوچھا

زینب نے منہ بنا کر کہا،

"یار، وہ کامران بھائی ہیں۔"

"اللہ... استغفر اللہ!" نور نے فوراً دونوں ہاتھ ہلائے، جیسے کوئی خطرناک اعلان سن لیا ہو۔

"یاررر... وہ تو ایسی

سختی کرتے ہیں کہ لگتا ہے بندہ ایونٹ پر نہیں، کسی سوگ پر آیا ہو۔ ان کا بس چلے تو پوری دنیا کو خاموش کرا دیں!"

زینب نے ہنستے ہوئے کہا، "یاد ہے نا، پچھلے سال کتنی بے عزتی کی تھی صفا والوں کی... بس اس لیے کہ ذرا سا شور کر لیا تھا ایونٹ میں۔"

نور نے فوراً ان کی نقل اتارتے ہوئے گہری آواز میں کہا، "ڈسپلن رکھیں، ورنہ ایونٹ سے باہر جائے گا آپ کا پورا گروپ!" اور دونوں ایک ساتھ ہنس پڑیں۔

چند مزید کلاسز کے بعد دونوں اپنی اپنی راہ چل پڑیں۔

دوپہر کے قریب تین بجے نور گھر پہنچی۔ اس وقت عموماً امّی اور تائی امّی ہی گھر پر ہوتیں۔

دروازہ کھولتے ہی لاؤنج میں نظر دوڑائی تو امّی اور تائی امّی کو ٹی وی کے سامنے بیٹھے پایا۔
اسکرین پر کوئی ڈرامہ چل رہا تھا اور دونوں اس میں پوری طرح محو تھیں۔

نور نے آہستہ سے سلام کیا اور بغیر زیادہ رکے سیدھی زینے چڑھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ سفید عبایا پر لگی چائے کی ہلکی بھاپ اب ماند پڑ چکی تھی، مگر داغ جیسے اس کے موڈ پر بھی اپنا سایہ ڈال گیا ہو۔

نور نے نِقاب اور عبایا اتار کر احتیاط سے لانڈری باسکٹ میں رکھ دیا اور غسل خانے کی طرف روانہ ہوئی۔ گرم پانی کی دھار نے اس کے دن بھر کے تھکن اور گرمی کو دھو کر تازگی سے بھر دیا۔

نہانے کے بعد اُس نے ہلکی گلابی رنگ کی فل سلیو کرتی پہنی، اور اس کے ہم رنگ ٹراؤزر نے لباس کو مکمل

نفاست بخشی۔ دُپٹہ کندھے پر ڈھیلا سا ڈال کر وہ اپنے بال احتیاط سے تولیے سے خشک کرنے لگی۔

بال خشک کرنے کے بعد دُپٹہ اس انداز سے اوڑھا کہ بال مکمل طور پر ڈھکے اور نصف حصہ چہرے کے قریب رہا— اگر گھر میں کوئی کزن موجود ہو تو فوراً پردہ کر سکے۔

پھر وہ آہستہ آہستہ زینے سے نیچے اتری، کچن کی طرف نظر دوڑائی اور نرم آواز میں بولی،

"امّی، کھانے میں کیا ہے؟"

امّی نے بغیر سر اٹھائے جواب دیا، آواز میں تھوڑی ناپسندیدگی اور بوریت صاف سنائی دے رہی تھی،

"کچن میں پڑا گرم کر لو۔ اور ہاں، یہ پردٗاوالا ڈرامہ بند کر دو، گھر پر کوئی نہیں ہے۔"

نور نے خاموشی سے سر ہلایا، دل میں ہلکی سی تڑپ محسوس کی، مگر باہر سے صرف ادب اور تحمل دکھایا۔

نور نے کچن میں جا کر پلیٹ اٹھائی اور کھانے کو ہلکی آنچ پر گرم نور نے خاموشی سے سر ہلایا، دل میں ہلکی سی تڑپ محسوس کی، مگر باہر سے صرف ادب اور تحمل دکھایا۔

نور نے کچن میں جا کر پلیٹ اٹھائی اور کھانے کو ہلکی آنچ پر گرم کرنا شروع کیا۔ تنہائی میں بیٹھ کر کھانا کھانا اس کے لیے کوئی اجنبی صورتِ حال نہیں تھی؛ یہ عادت اُس کے بچپن سے جڑی ہوئی تھی۔ گھر میں کبھی وہ مرکزی توجہ کا محور نہیں رہی، نہ کبھی امّی یا بہن کی محبت کا مستحق ٹھہری۔ ہر بات میں اُس کی خاموشی، اُس کے دل کی چھپی ہوئی خواہشات اور چھوٹی چھوٹی ناکامیاں کسی نے نوٹ نہیں کیں۔

کھانے کے دوران نور نے آنکھیں اپنے فون پر جمائی رکھی۔ موبائل کی اسکرین اُس کے لیے عارضی سکون کی مانند

تھا، جہاں وہ دن بھر کے دباؤ اور تنہائی کے لمحات کو کچھ دیر کے لیے بھلا سکتی تھی۔

کبھی کبھی فون کی روشنی میں وہ اپنے آپ سے باتیں کرتی، لیکن گھر کے ماحول کی تلخی اُس کے ارد گرد ایک غیر مرئی پردے کی مانند چھائی رہتی۔

یہ منظر اس کی زندگی کی تلخ حقیقت کا عکس تھا: خاندان میں وہ کبھی بھی پسندیدہ نہیں رہی، اور یہ احساس اُس کے اندر خاموش مگر مستقل درد کی صورت میں موجود تھا۔ ہر کانٹے دار لفظ، ہر نظر کی بھاری چھاپ، ہر طنزیہ جملہ اُس کے دل میں ایک چھوٹا زخم چھوڑ گیا، جو وقت کے ساتھ گہرا ہوتا گیا۔

خوراک کا ہر لقمہ اُس کے لیے محض جسمانی ضرورت پوری کرنے کے مترادف تھا، مگر دل کی خالی جگہ، محبت کی کمی، اور اپنے ہونے کی چھپی ہوئی اہمیت کی طلب کبھی پوری نہ ہوئی۔

نور نے خاموشی سے کھانا ختم کیا، پھر پلیٹ اٹھا کر سنبھالی اور کمرے کی طرف واپس گئی، جہاں پرسکون تنہائی اُس کا حقیقی ہمسفر تھی۔

یہ وہ راز تھا جو نور کسی سے بانٹ نہیں سکتی تھی، حتیٰ کہ زینب سے بھی نہیں۔ دل کی گہری تنہائی، گھر کی تلخی، اور اپنی کمزوریوں کا بوجھ اُسے اندر سے دبائے رکھتا تھا، مگر وہ خود کو کبھی کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

نور کے لیے اپنے آپ کو مظلوم یا محتاج دکھانا کبھی اختیار نہیں رہا۔ نہ وہ کسی سے ہمدردی لینے کی طلب رکھتی تھی، نہ کسی کے دل میں ترس بیدار کرنا چاہتی تھی۔ یہ اُس کی خاموش عزتِ نفس اور اندرونی قوت کا حصہ تھا۔

اوپر اپنے کمرے میں پہنچتے ہی وہ بستر پر لیٹ گئی، اور چند لمحوں میں ہی گہری نیند میں ڈوب گئی۔

نور اور نیند کا تعلق ہمیشہ منفرد رہا تھا۔

اُس کی نیند کسی معمولی آرام کی مانند نہیں تھی بلکہ ایک ایسی گہری، بھاری اور پرسکون نیند تھی، جو دنیا کی ہر ہلچل، ہر شور، اور ہر تلاطم سے آزاد تھی۔

وہ اتنی گہری نیند سوتی کہ اگر کوئی دھماکہ بھی اس کے کمرے کے قریب ہوتا، یا کمرے کی دیواریں زور سے ہلتی، تو شاید وہ آنکھ بھی نہ کھولتی۔ یہ اُس کی زندگی کا وہ لمحہ تھا جب اُس کے دل و دماغ کی تمام تھکن، دباؤ اور تلخی عارضی طور پر تحلیل ہو جاتی۔

نور کی نیند اُس کے لیے محض جسمانی آرام نہیں تھی؛ بلکہ ایک عارضی پناہ تھی، جہاں وہ دنیا کی تلخیوں سے کچھ وقت کے لیے آزاد ہو جاتی۔

بستر پر پھیلتی ہوئی روشنی اور خاموش کمرے کا سکون، اُس کی روح کے لیے ایک نرم پردہ بن جاتے، جو اُس کے اندر چھپی اداسی اور خاموشی کو محفوظ رکھتا۔

--

Clubb of Quality Content

ناولز کلب
Club of Quality Content!

FROM NOVEL-HUT

If you are a writer and confused about where to

publish your novel , no worries . novel - hut is here.

to publish your novel contact us on instagram :

novel_hut_ .

Enjoy reading !

ناولز کلب
Club of Quality Content

"زویار! یہ کیا ہوا؟" عورت نے چونک کر پوچھا، کیونکہ زویار کی سفید شرٹ پر داغ لگنا واقعی غیر معمولی بات تھی وہ ہمیشہ اپنی صاف اور مرتب لباس کی حفاظت کرتا تھا۔

زویار نے ہلکی مسکان کے ساتھ سر تھوڑا جھکایا اور داغ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا،

"ہمم، ماما... کچھ نہیں بس... چائے شرٹ پر گر گئی۔"

ماں نے فوراً آگے بڑھ کر داغ کو بغور دیکھا اور پھر تشویش سے پوچھا،

"لیکن یہ کیسے ہوا؟

زویار نے کہا:

"ماما، ایک لڑکی ٹکرا گئی تھی اور اس کی چائے میرے اوپر گر گئی۔"

ماں فوراً دیکھتے ہوئے بولیں:

"اچھا... تم ٹھیک ہو نا؟ جلن تو نہیں ہوئی؟"

زویار نے مسکرا کر جواب دیا:

"نہیں ماما، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس کپڑے خراب ہو گئے۔"

ماں نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

"اچھا جاؤ، کپڑے بدل لو۔ قرت العین بھی کالج سے واپس آ گئی ہے اور انتظار کر رہی ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

احمد صاحب کے خاندان کا ایک ہی بیٹا تھا سکندر۔ احمد صاحب اور ان کی زوجہ غازیہ کے انتقال کے بعد، سکندر دنیا میں اکیلا رہ گیا۔ اُس وقت اس کی عمر صرف بیس سال تھی، اور اُس کی منگنی احمد صاحب کی بہن کی بیٹی، آسیہ، سے طے شدہ تھی۔

آسیہ نہ صرف خوبصورت بلکہ خالص اور دلکش شخصیت کی مالک تھی۔ اُس کی آنکھیں ہیزل رنگت کی تھیں اور چہرے کی گوری رنگت اُس کی حسن و وقار کو اور بھی نکھارتی تھی۔

سکندر نے سب سے پہلے اپنے والد کے باقی رہ گئے کاروبار کی ذمہ داری سنبھالی۔ کئی رشتہ دار اس کاروبار میں اپنا حصہ لینے آئے، اور کچھ خودغرض اور لالچی بھی تھے، جو ہر ممکن فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ سکندر تنہا تھا، مگر اُس نے حوصلے اور محنت سے سب کچھ سنبھالا۔

اُس نے ہر رشتہ دار کو اس کا حق دیا، چاہے وہ سچ کا مستحق تھا یا جھوٹ کی بنیاد پر دعویدار تھا، اس نے کسی چیز کی پرواہ کیے بغیر سب کو ادا کیا۔

سکندر کی محنت اور لگن نے کاروبار کو استوار کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا، اور وہ اپنے والد کے رئیل اسٹیٹ کے کاروبار کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔

وقت گزرا، اور سکندر نے شادی کی آسیہ سے، جس کے ساتھ اُس کی زندگی مکمل ہوئی۔ اُن کے ہاں بیٹے زویار کی پیدائش ہوئی، جو اب اپنی ماسٹرز کی آخری سال میں فنانس کے امتحانات کے لیے تیار ہے۔

ساتھ ہی اُن کی چھوٹی بیٹی قرت العین، جو کالج میں پری میڈیکل کی دوسری سال کی طالبہ ہے، اُن کے گھر کی رونق اور خوشی کی علامت بنی ہوئی ہے۔

سکندر صاحب کی زندگی ایک مثال تھی اکیلے تنہا لڑکے کی محنت، ذمہ داری، اور مضبوط کردار کی کہانی۔ وہ نہ صرف اپنے والد کے نام کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوا بلکہ اپنے خاندان کے مستقبل کو بھی محفوظ بنایا، اور اپنے بچوں کے لیے ایک مضبوط اور محبت بھرا گھر فراہم کیا۔

زویار کپڑے بدل کر تازگی کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ غسل کے بعد اس کی شخصیت اور بھی جاذبِ نظر لگ

رہی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پر آسیہ بیگم اور قرت العین بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

قرت العین اپنی ماں کی طرح صاف و شفاف گوری رنگت اور دبلی پتلی نازک سی لڑکی تھی۔

اس کی بھوری آنکھوں میں معصومیت اور شوخی جھلکتی تھی۔

تینوں ایک ساتھ بیٹھے تو کمرے میں ایک خوشگوار ماحول بکھر گیا۔ کھانے کی خوشبو، ہلکی ہنسی اور گھریلو سکون ہر طرف چھا گیا۔

زاویار نے قرت کو چھیڑتے ہوئے شرارت بھرے انداز میں کہا

"ذرا کچھ زیادہ کھالیا کرو، قری! کل کو اگر ہوا کا جھونکا تیز چلا تو تمہیں اُڑا لے جائے گا۔ بالکل پنسل کی طرح ہو گئی ہو!"

قرت نے منہ بسورتے ہوئے اور آنکھوں میں شرارت بھرتے ہوئے کہا:

"جب آپ کی بیوی آئے گی نا، تب دیکھیں گے... آپ اِنہیں کتنا کھلاتے ہیں!"

زویار نے ہنستے ہوئے چمکتی آنکھوں کے ساتھ بہن کو چھیڑا:

"قرت میڈم! آپ بالکل فکر نہ کریں... تمھاری بھابھی کو تو میں خود ہی کہوں گا کہ بھر بھر کے کھایا کریں۔ بس آپ جیسی پینسل نہ بن جائے، یہی دعا ہے!"

قرت نے غصہ دبا کر ایک تیکھا سا جواب دیا:

"ہاں ہاں، بڑے بڑے دعوے ابھی سے کر رہے ہیں۔ دیکھیں گے جب وقت آئے گا تو کیسے بھابھی کو کھلاتے

ہیں!"

اسیہ بیگم نے دونوں کو ڈپٹتے ہوئے کہا

"بس کرو تم دونوں! کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے اور تم لوگوں کو صرف نوک جھونک کی پڑی

ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نور کی یہ عادت پختہ ہو چکی تھی کہ وہ شام کو سو کر صادق کے وقت، تقریباً چار بجے جا گتی۔

یونیورسٹی سے واپسی پر دوپہر کا کھانا ہی اُس کا واحد وقت ہوتا، مگر وہ بھی جیسے محض جسمانی ضرورت پوری کرنے کے لیے۔ دل کے اندر کی بھوک اور پیاس تو اب تک ادھوری ہی تھی۔

غسل کرنے کے بعد اُس نے وضو کیا اور جائے نماز پر بیٹھ گئی۔ فجر کی نماز کے بعد اُس کے دل پر ایک بوجھ سا حاوی رہا، اور وہ دعا میں ڈوبتی چلی گئی۔

"یا اللہ! میری مدد کیجیے... آپ ہی میرا سہارا ہیں۔ آپ دلوں کے حال جانتے ہیں، نیتوں سے واقف ہیں۔ میں جانتی ہوں آپ کی محبت ستر ماؤں سے بڑھ کر ہے، اور آپ کی محبت کے سوا مجھے کسی شے کی طلب نہیں۔ لیکن یا رب، کیا مجھے کبھی اپنے والدین کی محبت نصیب نہیں ہوگی؟

کیا میری زندگی صرف ان کی توجہ اور قربت کی خواہش میں ہی گزر جائے گی؟

کیا مجھے کبھی خوشی کا لمحہ ملے گا؟"

لفظ دعا کے ساتھ لرزتے گئے اور آنسو رخساروں پر بہتے ہوئے جائے نماز کو بھگونے لگے۔

زیادہ رونے سے آنکھوں کے کنارے سرخ ہو چکے تھے اور پلکیں سوجن سے بھاری لگنے لگیں۔

وہ اپنے اندر کی گہری تنہائی کو لفظوں میں ڈھالنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن ہر جملہ آنسوؤں کے شور میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

وہ یکساں بے خودی میں یونیورسٹی کے لیے تیار ہوئی اور چل دی یونیورسٹی میں آج صرف دو کلاسیں تھیں۔ نور حسبِ معمول زینب کے ساتھ تھی۔ہال کے کونے میں دونوں خاموشی سے بیٹھیں، جیسے ارد گرد کی رونق اور شور اُن سے کوئی تعلق ہی نہ رکھتا ہو۔

نور نے گہرا میرون عبایا، اسکارف اور نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ چہرہ مکمل ڈھکا ہوا تھا، صرف اُس کی ہلکی بھوری آنکھیں نقاب کے پیچھے سے جھلک رہی تھیں۔ وہی آنکھیں جو کبھی نرم چمک سے لبریز رہتی تھیں، آج بجھی بجھی سی لگ رہی تھیں۔

اُن آنکھوں میں کوئی تازگی، کوئی روشنی باقی نہ تھی۔ گویا صدیوں پرانی اداسی وہاں بسیرا کر کے بیٹھ گئی ہو۔ زینب نے ایک دوبار غور سے دیکھا بھی، جیسے وہ اپنی دوست کے اندر چھپے رازوں کو پڑھنے کی کوشش کر رہی ہو، مگر نور ہمیشہ کی طرح خاموش رہی۔

اُس کے لبوں پر سکوت کا پہرہ تھا اور آنکھیں اپنے دکھ کو چھپانے کے بجائے مزید آشکار کر رہی تھیں۔

زینب نے کچھ پوچھنے کی کوشش نہ کی۔ اُسے بخوبی علم تھا کہ نور کچھ نہیں بتائے گی۔ نور ہمیشہ سے ایسی ہی تھی دل

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دکھ سے کتنا ہی بھر جائے، زبان پر شکوہ لانا اُس کی عادت نہ تھی۔ بہت ہی کم مواقع پر ایسا ہوتا کہ نور اپنے دل کا حال بانٹتی، اور وہ بھی صرف اُس وقت جب زینب دوستی کے رشتے کا حوالہ دے کر اُس سے اصرار کرتی۔

دوپہر کی ہلکی دھوپ یونیورسٹی کے صحن میں نرم سا جادو بکھیر رہی تھی۔ یہاں وہاں طلبہ کے چھوٹے چھوٹے گروپ بیٹھے باتوں میں محو تھے، کچھ کیفے ٹیریا کی سمت جا رہے تھے، اور کچھ آنے والے کلچرل ایونٹ کی تیاریوں کے چرچوں میں مصروف۔

زینب اور نور بھی اپنی کلاسز کے بعد آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ہال کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

زینب حسبِ معمول کھلی مسکراہٹ کے ساتھ نیلی کُرتی اور جینز پہنے ہوئے تھی، اسکارف بھی اُس کے انداز کو نکھار رہا تھا۔ دوسری طرف نور تھی

مرون عبایا اور نقاب میں ملبوس، بس اُس کی ہلکی بھوری آنکھیں دکھائی دیتی تھیں، جو اپنے اندر ایک عجیب سنجیدگی اور وقار لیے ہوئے تھیں۔

ابھی وہ کیفے ٹیریا کے قریب پہنچی ہی تھیں کہ سامنے سے ایک لمبا سا قد آتا دکھائی دیا۔ چھ فٹ لمبا، گہری سیاہ آنکھیں اور سرخی مائل سانولی رنگت۔ چہرے پر ایک سنجیدگی تھی مگر ساتھ ہی دوستانہ تاثر بھی۔ یہ کامران تھا یونیورسٹی کا ڈسپلن اِنچارج۔

وہ قریب آیا تو اُس نے سب سے پہلے زینب کو پہچانا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"السلام علیکم، آپ زینب ہیں نا؟" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

زینب ذرا رکی، پھر نرمی سے مسکرا کر جواب دیا:

"وعلیکم السلام... جی ہاں، میں زینب۔ آپ کامران ہیں؟"

"جی بالکل!" اُس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اور یہ نور ہیں؟"

نور نے آہستگی سے اپنا نقاب ذرا سا درست کیا اور دھیمی آواز میں کہا:

"جی، میں ہی ہوں۔"

کامران نے ایک خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ دونوں کو دیکھا۔

"بہت اچھا، میں آپ دونوں سے ملنے کا منتظر تھا۔ زویار نے آپ کے نام بتا دیے تھے۔ اب آپ دونوں ہماری ڈسپلن ٹیم کا حصہ ہیں، خوش آمدید!"

نور اور زینب نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ہلکی سی مسکراہٹ دونوں کے لبوں پر آ گئی۔

"شکریہ!" زینب نے خوشی سے کہا۔ "ہمیں خوشی تو ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ کرنا کیا ہو گا۔"

کامران نے قدم آہستہ کر کے اُنہیں ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

"میں بتاتا ہوں۔ اگلے ہفتے کلچرل ایونٹ ہے۔ اُس کی تیاریوں میں ڈسپلن ٹیم بہت اہم ہے۔"

نور کی آنکھوں میں پہلی بار ہلکی سی چمک اُتری۔

"ہمارا کردار کیا ہو گا؟" اُس نے پوچھا۔

کامران کا لہجہ نرمی کے باوجود ذمہ داری بھرا تھا۔

"زینب، آپ مرکزی دروازے پر ہوں گی، طلبہ کو انٹری پر رہنمائی دیں گی۔ نور، آپ نشستوں کے قریب رہیں گی تاکہ سب کچھ منظم رہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" زینب نے سر ہلایا۔

نور نے مختصر سا جواب دیا،

"جی، ہم کر لیں گے۔"

کامران نے خوش دلی سے کہا:

"یاد رکھیے، ڈسپلن سختی کا نام نہیں۔ اصل مقصد سکون اور ترتیب ہے۔ آپ کے ساتھ سینئر ممبرز ہوں گے، اس لیے فکر نہ کریں۔ بس ہوشیار رہیے اور نرمی سے کام لیجیے۔"

وہ تینوں نوٹس بورڈ کے قریب آ رُکے۔ کامران نے جیب سے کاغذ نکال کر اُنہیں دیا۔

"یہ ایونٹ کا شیڈول ہے۔ کل پریکٹس ہے، لازمی آئیں تاکہ سب تفصیل سے سمجھا سکوں۔"

"ان شاء اللہ، ہم موجود ہوں گے۔" زینب نے پُرعزم لہجے میں کہا

نور خاموشی سے اثبات میں سر ہلا گئی، لیکن اُس کی آنکھوں میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ ایک نیا حوصلہ جھلک رہا تھا۔

کامران نے مسکراتے ہوئے رخصت لی۔

"خوش آمدید۔ ڈسپلن ٹیم کو آپ دونوں پر فخر ہو گا۔"

وہ ہٹ گیا تو نور اور زینب ایک ساتھ چلنے لگیں۔ اُن کی رفتار ہلکی تھی اور باتیں ہنسی مذاق میں بدل گئی تھیں

کلچرل ایونٹ کا دن تھا۔ یونیورسٹی کا باغ آج عام دنوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ پر رونق لگ رہا تھا۔ ہر طرف روشنیوں اور رنگوں کا ایک سیلاب تھا۔

اسٹالز پر طلبہ کا ہجوم، کھانے کی خوشبو، اور ہلکی ہلکی موسیقی نے ماحول کو جیسے عید کی رونق بخشی تھی۔

زینب نے ہلکے نیلے رنگ کی فراشی شلوار قمیض پہنی تھی۔ لباس کا کٹ سادہ مگر خوش ذوق تھا، اور اوپر اُس نے اپنا اسکارف نفاست سے لپیٹا ہوا تھا، جیسے اس کے وجود کی نرمی اور شائستگی کو اور نکھار رہا ہو۔ بھیڑ بھاڑ میں بھی اُس کا سراپا الگ پہچانا جا رہا تھا۔

اُس کے چہرے کی مسکراہٹ اور چمک اُسے بھیڑ میں الگ نمایاں کر رہی تھی۔ آنے والے طلبہ کو خوش اخلاقی سے خوش آمدید کہنا اور اُن کی رہنمائی کرنا گویا اُس کے لیے کھیل سا تھا۔

نورہال کے دروازے کے قریب اپنے حصے کی ذمہ داری نبھا رہی تھی۔ اُس نے آج ہلکے سبز رنگ کی مکمل آستینوں والی قمیض پہنی تھی جو پنڈلیوں تک آ رہی تھی، ساتھ میں ہم رنگ سیدھی شلوار۔

اُس پر سادہ مگر نفیس انداز میں لپٹا ہوا حجاب و نقاب اور گردن کے گرد بیج رنگ کی ہلکی شال، جو گرم موسم کے باوجود آرام دہ اور موزوں لگ رہی تھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

نقاب کے پیچھے سے صرف اُس کی بھوری آنکھیں جھلک رہی تھیں، جن میں ایک پختہ سنجیدگی اور وقار نمایاں تھا۔

ڈرامے کا آغاز ہوا تو نور نے خاموشی سے کھڑے طلبہ کو اشارہ کر کے نشستوں پر جانے کو کہا۔ اُس کے نرم لہجے اور پُرسکون انداز میں ایک عجب سا اعتماد تھا۔ نقاب اور شال نے اُس کی شخصیت کو مزید پر اثر بنا دیا تھا، گویا وہ ہجوم میں بھی ایک الگ ہی پرچھائی تھی خاموش مگر نمایاں۔

ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد نور اور زینب نے سکون کا سانس لیا۔ دونوں ایک ساتھ یونیورسٹی کے باغ میں لگے اسٹالز کی طرف بڑھیں۔ روشنیوں اور رنگین بینرز نے پورے لان کو عید میلے جیسا بنا رکھا تھا۔

کہیں بریانی کے دیگچے سے بھاپ اٹھ رہی تھی، کہیں طلبہ ہاتھوں میں چائے کے کپ تھامے کھڑے تھے، اور کچھ اسٹالز پر ہاتھ کے بنے ہوئے ہنر دکھائے جا رہے تھے۔ اچانک اُن کی نظر گول گپوں کے اسٹال پر پڑی۔ نور کی آنکھیں چمک اُٹھیں اور زینب کا چہرہ دمک گیا۔ دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر بے اختیار ہنس پڑیں۔ اگلے ہی لمحے وہ گول گپے لینے اسٹال پر پہنچ چکی تھیں۔

یہ اب مقابلہ بن گیا تھا۔ زینب نے پلیٹ ہاتھ میں لی اور جلدی جلدی گول گپے کھانے لگی، جیسے وہ کسی ریس میں شریک ہو۔ اُس کے چہرے پر مزے اور شرارت کی ملی جلی جھلک تھی۔

نور ذرا ٹھہر ٹھہر کر کھا رہی تھی، مگر ہر دوسرے گول گپے کے بعد اُس کی آنکھوں میں پانی بھر آتا۔ تیز مرچوں نے حال برا کر دیا تھا اور نقاب کی وجہ سے اُس کے لیے کھانے کا عمل اور بھی مشکل ہو رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

وہ بار بار پانی کا گھونٹ لیتی اور پھر مسکرا کر زینب کو دیکھتی جو فاتحانہ انداز میں ایک کے بعد ایک گول گپا چٹ کر رہی تھی۔ آخر کار نور نے ہار مان لی۔ اُس نے پلیٹ ایک طرف رکھی اور مسکراتے ہوئے سر جھٹکا:

"بس! اور نہیں کھائے جاتے مجھ سے۔"

زینب نے ہنستے ہوئے آخری گول گپا بھی ختم کیا اور فاتحانہ انداز میں ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا:

"میں جیت گئی!"

نور ہنستی ہوئی قریب ہی جوس کے اسٹال کی طرف چل دی۔

"چلو، اب میری باری ہے۔ وہاں سے جوس پیتی ہوں، تمہاری یہ جیت میں برداشت کر لوں گی۔"

زینب قہقہہ لگاتی اُس کے ساتھ ہو لی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نور ہنستے ہوئے جوس کے اسٹال پر پہنچی اور جلدی سے ایک گلاس لے لیا۔ مرچوں کی تپش اب بھی زبان پر دہک رہی تھی۔ اُس نے آدھا چہرہ قدرے سائیڈ کو کیا اور نقاب کے نیچے سے گلاس لبوں تک لے آئی۔

جیسے ہی اُس نے پہلا گھونٹ بھرا، ٹھنڈا جوس حلق سے اترتے ہی اُس کے وجود میں راحت بن کر پھیل گیا۔ اُس نے رفتار تیز کر دی، ایک کے بعد ایک گھونٹ، جیسے مرچوں کی آگ کو بجھانے کی ضد کر رہی ہو۔

زینب نے اُس کا انداز دیکھا تو ہنسی ضبط نہ کر سکی۔

"ارے، ذرا آہستہ!، لگ رہا ہے جیسے کئی دن کی پیاسی ہو۔"

نور کی آنکھوں میں چمک آئی، اُس نے جوس ختم کر کے گلاس میز پر رکھا اور نقاب کے پیچھے سے مدھم سی ہنسی نکالی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا کروں، یہ مرچیں تو جیسے جان لینے پر تُلی ہوئی تھیں۔"

تقریب ختم ہوتے ہی نور اور زینب نے تھوڑا وقت اور گزارا۔

دونوں نے اسٹالز دیکھے، کچھ کھایا پیا اور دن بھر کی تھکن کے باوجود ہنستے مسکراتے لان سے باہر نکل آئیں۔

زینب کا بھائی لینے آیا تو اُس نے نور کو بھی ساتھ بٹھا لیا، کیونکہ اُن کے گھر ایک ہی راستے پر تھے۔

گاڑی میں زیادہ بات نہ ہوئی، بس خاموش سفر اور دن کے باقی مناظر ذہن میں گھومتے رہے۔

گھر کے باہر پہنچ کر نور نے زینب کا شکریہ ادا کیا اور اندر چلی گئی۔

نقاب کے پیچھے ہلکی سی مسکراہٹ تھی—

آج کا دن اچھا گزرا تھا، دل کچھ دیر کے لیے ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دروازہ کھولتے ہی اُس نے سوچا،

"شاید آج امّی سے اپنی بات شیئر کروں... جیسے آمنہ کرتی ہے۔"

للاؤنج میں زلیخا بیگم اور آمنہ بیٹھی تھیں۔

آمنہ کے اسکرب سے اندازہ ہوا کہ وہ بھی ابھی اسپتال سے لوٹی ہے۔

نور نے سلام کیا اور آہستگی سے پاس بیٹھ گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، زلیخا بیگم بول اٹھیں:

"دیکھو تو کسی کو توفیق ہو ہی گئی کہ گھر بھی آجائے۔ مجھے تو لگا تھا آج یونیورسٹی میں ہی رات گزارو گی!"

نور نے دھیرے سے کہا:

"امی، میں نے بتایا تھا نا، یونیورسٹی میں ایونٹ تھا، اس لیے ذرا دیر ہو گئی۔"

زلیخا بیگم نے طنزیہ لہجے میں کہا:

"ہاں، سب پتہ ہے ہمیں کیسے ایونٹ ہوتے ہیں۔"

آمنہ نے ہلکی ہنسی کے ساتھ کہا:

"ہاں دیکھو تو، اتنا تیار ہو کے گئی تھی جیسے کوئی تمہیں دیکھنے والا تھا۔"

زلیخا بیگم نے چائے کا کپ رکھتے ہوئے کہا:

"ہاں ہاں، ہمیں تو بس یہی سننا رہ گیا ہے کہ یونیورسٹی، ایونٹ، ذمہ داری۔

گھر کی بھی کوئی ذمہ داری ہوتی ہے یا نہیں؟"

نور خاموش رہی۔

چند لمحوں بعد وہ اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

نیچے کے شور سے دور، اُس کی خاموشی ایک بار پھر اُس کی پناہ بن گئی۔

جاری ہے!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

Clubb of Quality Content!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842